

ایمان کی حقیقت

ایمان کامل

مولانا بدر عالم میرٹھی

ایمان کی حقیقت کے عنوان سے تصدیق باللسان اور تصدیق القلب پر مولانا بدر عالم میرٹھی کی دو تحریریں ستمبر ۹۲ اور اکتوبر ۹۲ کے شماروں میں پیش کی گئی تھیں۔ اس سلسلہ کی یہ تیسری تحریر 'ایمان کامل' ہے۔

ایمان کا لفظی اور ذہنی وجود جب رسوخ و پختگی اختیار کر لیتا ہے تو پھر یہی ایمان جو اس منزل تک صرف ایک معنی تھا اب رفتہ رفتہ شکل و صورت اختیار کرنے لگتا ہے۔

ارباب حقائق کے نزدیک تو معانی کا تجمد ثابت شدہ حقیقت ہے۔ موجودہ تحقیقات کے مطابق بھی آج وزن جو در حقیقت مادہ کی صفت تھی حرارت کے لیے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے وزن کے لیے ایک مقیاس حرارت بھی تیار کر لیا گیا ہے اور اب آسانی ہر شخص اپنی حرارت کا وزن کر سکتا ہے۔ اسی طرح آواز کو مدت تک ایک معنی تصور کیا گیا تھا جو ہوا میں آتی اور فنا ہو جاتی ہے۔ مگر حال کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عالم کی پیدائش سے لے کر آج تک جتنی اصوات اس فضا میں نکلی ہیں وہ سب کی سب محفوظ و موجود ہیں اور ان سے استفادہ کی سعی ہنوز جاری ہے۔ ریڈیو کی محیر العقول ایجاد کی بنیاد ایک جدید انشاف ہے۔ یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ تحقیقات مصریہ باوجود اس تمام جدوجہد کے اب تک اس مقام تک نہیں پہنچ سکیں جہاں ہمارے ارباب حقائق کی نظریں آج سے سیکڑوں برس پیشتر پہنچ چکی تھیں۔ شیخ محمد الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں اصوات کے صرف وجود کی تصریح نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی صورتوں کے بھی قائل ہیں۔ اور یہ بھی کسی دلیل سے نہیں بلکہ اپنے چشم دید مشاہدہ سے۔ دیکھیے سائنس اپنی برق رفتاری کے باوجود اب اس مقام تک پہنچتی ہے۔

اسی طرح ایمان بھی ابتداً گو تصدیق قلبی کا نام ہے، مگر یہ تصدیق اعمالِ صالحہ کے آبیاری سے نشوونما پا کر ایک نور کی سی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہی نور ایمان کا وجود یعنی کہلاتا ہے۔ حضرت عثمان کی وصیت میں منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”اے بیٹے! جس طرح کھیتی بلا آبیاری کے سرسبز نہیں ہو سکتی، اسی طرح ایمان بلا علم و عمل کے پختہ نہیں ہو سکتا۔“

امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی اور امام ابو عبیدہ اور امام اصفہانی نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ پہلے ایمان ایک سفید نقطہ کی شکل پر قلب میں نمودار ہوتا ہے اور جتنا ایمان بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر یہ نقطہ پھیلتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ایمان ممل ہو جاتا ہے تو سارا قلب سفید ہو جاتا ہے۔ یہی حال غرق کا ہے کہ پہلے سیاہ نقطہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور بالآخر تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم ایک مومن کا قلب نکال کر دیکھو تو بالکل سفید پاؤ گے اور ایک منافق کا قلب دیکھو تو بالکل سیاہ دیکھو گے۔ لیکن معافی کے اس ترجمہ کے مشاہدہ کے لیے وہی تیز آنکھیں درکار ہیں جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے: **فَبَصُرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ** (ق ۲۲: ۵۰) آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہند مبارک شفق کیا گیا تھا تو ایک سنہری شستہ ایمان و حکمت سے لبریز لایا گیا اور اسے اپنے لئے خدا مبارک میں لوث دیا گیا تھا۔ عجب نہیں کہ اس سے مراد ایمان کا یہی وجود یعنی ہو۔ انبیائے کمالات الکتاب کا شجرہ نہیں ہوتے بلکہ قدرت اسی طرح ان کے منازل کمالات خود طے کر اذیتی ہے۔

یہ نور تصدیق جس قدر زرخیز پیدا کرتا جاتا ہے اتنا ہی خواہشات نفسانیہ کے حجابات اٹھتے جاتے ہیں۔ اور جیسے جیسے یہ حجابات اٹھتے جاتے ہیں اسی قدر یہ نور اور مُسْتَبِط ہوتا جاتا اور پھیلتا جاتا ہے۔ شدہ شدہ یہاں تک پھیل جاتا ہے کہ انسان کے تمام جوارح کا احاطہ کر لیتا ہے۔ مگر یہ موسم گویا خود ایمان مجسم بن جاتا ہے جسے دیکھ کر سبے ساختہ خدا یاد آنے لگتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ اور اسہانتؓ یہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بہتر بندے وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے تو خدا یاد آ جائے۔

اس نور کی وسعت کی بقدر الوارہیہ کے امتداد اور محفوظاتِ شریعہ سے اجتناب کا جذبہ فعل پیدا ہو جاتا ہے۔ اخلاقِ رذیہہ زائل ہو جاتے ہیں اور اخلاقِ فاضلہ اس کی جگہ لے لیتے ہیں اور قلب کو وہ وسعت میسر آ جاتی ہے کہ سارا عالم اس کے پہلو میں، مثل ایک نقطہ کے، نظر آنے لگتا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ مومن کا یہ وہ قلب ہے جو اس کے دگر کی تجلے کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِۗ (الزمر ۲۲:۳۹) بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہے
فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ (الانعام ۱۲۵:۶) جس کسی کی ہدایت کا اللہ ارادہ کرتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یہ شرح صدر بھی گو ایک معنی ہیں، جس کا مطلب صرف اسلام کا فراخ دلی سے بلا پس و پیش قبول کر لینا سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر اس معنی کا بھی ایک وجود یعنی ہے۔ وہ صرف یہ معنوی فراخی نہیں، بلکہ وہ وسعت ہے جو مومن کامل اپنے قلب میں، حجتاً بھی، مشاہدہ کرتا ہے۔ اب حضرت رسالت کے حق میں شرح صدر کا جو مصداق ہو سکتا ہے، اس کا خود اندازہ کر لو۔ قرآن امتنان کے لہجہ میں فرماتا ہے
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الم نشرح ۹۲:۱) (اے نبی!) کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لیے کھول نہیں دیا۔

وجود عینی کی علامات

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب نور یقین قلب میں داخل ہوتا ہے، تو اس میں ایک فراخی اور کشادگی نمودار ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کی کچھ علامات بیان فرمائیے۔ ارشاد ہوا، اس کی تین علامتیں ہیں: ۱۔ آخرت کی طرف میلان ۲۔ دنیا سے نفرت ۳۔ اور یکسوئی اور ۴۔ موت سے پیشتر اس کی تیاری۔

یہ ہے ایمان کا وجود عینی۔ یہی دعوت انبیاء علیہم السلام کا مقصد ہے، اور اسی پر نجات مطلقہ یعنی بلا عذاب، اور قلائع ابدی کا مدار ہے۔ اس ایمان کے بعد مومن کے کان، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ کی پر کیف صدا سننے لگتے ہیں۔ اس مومن کو اگر جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اس کے جسم و جان کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے تو بھی اس کے ذرہ ذرہ سے اسی ایمان کی صدا بلند ہوگی۔ یہ ایمان صرف ذہنی اور عقلی نہیں رہتا بلکہ دیگر محسوسات کی طرح محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کا نور آنکھیں دیکھتی ہیں۔

سَيَمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السَّجْدِ (الفتح ۲۹:۳۸) سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں۔

قلب اس کی حلاوت اور شیرینی اس طرح محسوس کرنے لگتا ہے جیسا کہ زبان مصافی کی۔ یہ ایمان فطرت انسانی کا ایک مقتضابن جاتا ہے اور جس طرح فطری خصائص زوال پذیر نہیں ہوتے، اسی طرح یہ ایمان بھی زوال کے خطرہ سے بڑی حد تک مامون رہتا ہے۔

ہر قل 'جو بہت بڑا عالم کتاب تھا' اسی وجود یعنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس نے اپنے دوران مکالمہ میں ایک سوال ابو سفیان سے یہ بھی کیا تھا کہ اس پر ایمان لاکر کیا کوئی شخص مرتد ہوتا ہے۔ اس پر 'ہزار عداوت کے باوجود' جو جواب ابو سفیان کی زبان سے نکلا وہ صرف نفی محض میں تھا۔ یہ سن کر ہر قل نے جو کلمات کہے 'اس کی علمی گہرائی کا خوب پتا دیتے ہیں۔

یعنی ایمان ایسی ہی چیز ہے کہ جب اس کی بشارت اور تراوت دونوں میں رچ جاتی ہے تو پھر نکالتی نہیں کرتا۔

یہ ایمان کے وجود یعنی ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی کا نام ایمان کامل ہے۔ اسی کو معرفت بھی کہ جاتا ہے۔ علوم ابتدا میں صرف علوم رہتے ہیں مگر کچھ رسوخ کے بعد قلب میں اپنا ایک رنگ پیدا کر دیتے ہیں جس کے بعد قلب میں لطف اندوزی یا انقباض کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس وقت ان کا نام حال ہو جاتا ہے۔ پھر اگر ترقی کر کے یہ رنگ اور رسوخ اور پختگی اختیار کر لیتا ہے تو اسی کا نام معرفت بن جاتا ہے اور اسی کو مرتبہ احسان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ علوم کی انتہائی معراج ہے۔ پھر اس معرفت میں ب نہایت مراتب و مدارج ہیں اور ان ہی مراتب کے لحاظ سے مومنین کا تقاضا ہے۔

إِنَّا نَكْرِمُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتِّفَاقًا (الحجرات ۴۹: ۱۳) در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

زندہ سلگتے ہوئے موضوعات پر

مشورات کے ۳۵ کتابچے دعوتی اور تحرکی ضرورت کو پورا کرتے ہیں

۱۔ رمضان کی مناسبت سے خرم مراد کے کتابچے

تفصیل اور معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

مشورات منسورہ دکان رسول لاہور ۵۲۵۴۰

فکس ۰۳۲/۷۸۲۲۱۹۲